علامہ اقبال، ہائیڈل برگ اور 'سُلیمٰی'

Allama Iqbal, Heidelberg and 'Sulayma'

خالد محمود سنجرانی، پروفیسر اردو، جی سی یونیورسٹی لاہور

Abstract

Iqbal, during his stay at Heidelberg, wrote some poems in his personal diary and mentioned the date and place. These poems published in 'Bang e Dara'. One of such poem is 'Sulayma' written in his hand writing . There are some misunderstandings about this poem and his stay at Heidelberg. This paper deals with the misunderstandins about this poem and presents the fact with the help of primary sources.

Keywords: Iqbal, Heidelberg, Atiya Fyzee, Urdu Poetry, Urdu Reserach

ہائیڈل برگ میں علامہ اقبال کا قیام زیادہ طویل نہیں ۔ یہ عرصہ چند ماہ پر محیط ہے۔اس مختصر مدت میں انھیں جرمن بول چال کی زبان پر دسترس بھی حاصل کرنا تھی کہ ان کی ڈاکٹریٹ کا زبانی امتحان جرمن میں ہی ہونا قرار پایا تھا،اسی عرصے میں انھیں میونخ بھی جانا پڑااور وہاں قیام بھی کرنا تھا تا کہ مناسب وقت میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ جمع کروایا جا سکے۔ہائیڈل برگ یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود چند مخطوطات کا مطالعہ بھی اسی عرصے میں ان کے پیشِ نظر تھا کہ یہ ذمہ داری سر ٹامس آرنلڈ نے ان کے سپرد کی۔اس شہر کی سماجی زندگی میں ان کی شمولیت اور شب و روز کی مصروفیت اس کے سوا ہے کہ جس کا تذکرہ تفصیل سے عطیہ فیضی کے مطبوعہ روزنامچے میں شامل ہے اور سعید اختر درانی نے بھی اسے واضح کیا ہے۔اتنے زیادہ منصوبوں کے لیے یہ وقت بہ ظاہر بہت کم دکھائی دیتا ہے لیکن حیرت انگیز حد تک علامہ اقبال نے نہ صرف اپنے تمام علمی مطالبات کو پورا کیا بلکہ اس میں ایک ایسا معیار بھی قائم کیا کہ جس کی پیروی ناممکن سی ہے۔ڈاکٹریٹ کے لیے اپنے مقالہ کی نوک پلک سنوارنے کے بھی یہ وقت کم دکھائی دیتا ہے۔ایران کی شاعری میں مابعد الطبعیات عناصر کے موضوع پر ان کے اس مقالے کو سند کی حیثیت حاصل ہوئی۔ جرمن زبان کو سیکھنے میں ان کا عالم یہ ہے کہ جو مکاتیب انھوں نے جرمن زبان میں ایما ویگنا سٹ کو لکھے،ان مکاتیب میں جرمن زبان کے حسن کی داد انھیں ان لوگوں سے بھی ملی کہ جو اس زبان کے ماہرین ہیں۔سماجی زندگی میں بھی انھوں نے بھرپور انداز میں شمولیت اختیار کی،اگرچہ وہ کشتی رانی کے مقابلے میں سب سے آخری نمبر رہے لیکن وہ اس میں شامل ضرور ہوئے۔ہائیڈل برگ کی بلند ترین چوٹی پر لوہے کی رسیوں کی مدد سے چلنے والی ٹرام میں سوار

ہونا،احباب کے ساتھ جانا،اچھے انداز میں وقت بسر کرنا اوراس کے ساتھ ساتھ ہائیڈل برگ کے نواح میں موجود ایک علامتی مسجد کو دیکھنے کے لیے احباب کے ساتھ وہاں پہنچنا معنی خیز ہے کہ اتنی مختصر مدت میں یہ سب کیسے کیا ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سب وقت کی بندش کے سبب ہی ہوا ہو۔علامہ اقبال کے علمی مشاغل،لسانی ضرورتیں اورفلسفیانہ پہلو اپنی جگہ لیکن انھوں نے وہاں کی سماجی زندگی میں بھر پور انداز میں حصہ لیا۔ان سب کے ہوتے ہوئے انھوں گوئٹے کو پڑھنے کے لیے بھی وقت نکالا اور دریائے نیکر کے کنارے بیٹھ کران لمحات کو وہ یاد بھی کرتے رہے۔مجموعی طور پر دیکھیں تو ہائیڈل برگ میں علامہ اقبال کا قیام متنوع جہات رکھتا ہے اوراس قیام کی ہر جہت بھر پور ہے۔

ہائیڈل برگ میں قیام کے دوران میں علامہ اقبال کی علمی مصروفیات اور سماجی تعلقات پر کم وبیش ایک ایک لمحہ ریکارڈ پر ہے لیکن ان کی شخصیت کے غالب ترین پہلو شاعری پر قدرے خامشی ہے اور یہ گمان گزرتا ہے کہ انھوں نے اس شہر دل آویز میں رہتے ہوئے کہ جو فطرت کے حسن کی رعنائیوں سے بھرا ہوا ہے'ایک شام' کے علاوہ کوئی نظم نہیں کہی ہوگی۔'ایک شام' کے ذیلی عنوان اور ایک مصرع میں چونکہ اس بات کی نشان دہی کی گئی ہے یہ نظم دریائے نیکر کے کنارے کا منظر سامنے لا رہی ہے،اس لیے یہ سب جانتے ہیں یہ نظم ہائیڈل برگ میں بیٹھ کر لکھی گئی۔ ہائیڈل برگ میں رہتے ہوئے دیگر نظموں کی تخلیق کے باب میں وثوق سے اس لیے بھی نہیں کہا جا سکا کہ خود علامہ اقبال نے 'بانگ درا' کو زمانی بنیادوں پر تین حصوں میں تو تقسیم کر دیا تھا لیکن الگ الگ نظموں کے نیچے تاریخ درج نہیں کی گئی کی جس سے ان نظموں کی تخلیق کا حتمی زمانہ متعین نہیں ہوا۔ماہرین نے بڑی محنت سے اقبال کی نظموں کی اشاعت کی غیر معمولی تفصیلات فراہم کر رکھی ہیں کہ جس سے با آسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سی نظم پہلے پہل کہاں شائع ہوئی لیکن ہمارا سوال اشاعتِ اول کے گرد نہیں،زمانۂ تخلیق کے گرد گھومتا ہے۔ہائیڈل برگ میں اپنے قیام کے دوران یہ سوال بار بار راقم کے ذہن میں ابھرتا رہا اوراس باب میں جو کچھ ملتا رہا،اسے یک جا کرتا رہا۔ذیل میں علامہ اقبال کی حیات میں شائع ہونے والے شعری مجموعے'بانگِ درا'میں شامل اس نظم کا عکس پیش کیا جا رہا ہے کہ جس کے متن میں بعدازاں بھی کوئی ترمیم نہیں کی گئی اور فی زمانہ شائع ہونے والے شعری مجموعے اور کلیات میں بھی اس نظم کا متن جوں کا توں ہے۔

۱۲۷

ضو سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے   چاندنی جسکے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

یک نظر کردی و آداب فنا آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاکِ مرا و اسوختی

سلیمیٰ

جس کی نمود دیکھی چشمِ ستارہ بیں نے
خورشید میں، قمر میں، تاروں کی انجمن میں
صوفی نے جس کو دل کے ظلمت کدہ میں پایا
شاعر نے جس کو دیکھا قدرت کے بانکپن میں
جس کی چمک ہے پیدا، جس کی مہک ہویدا
شبنم کے موتیوں میں، پھولوں کے پیرہن میں

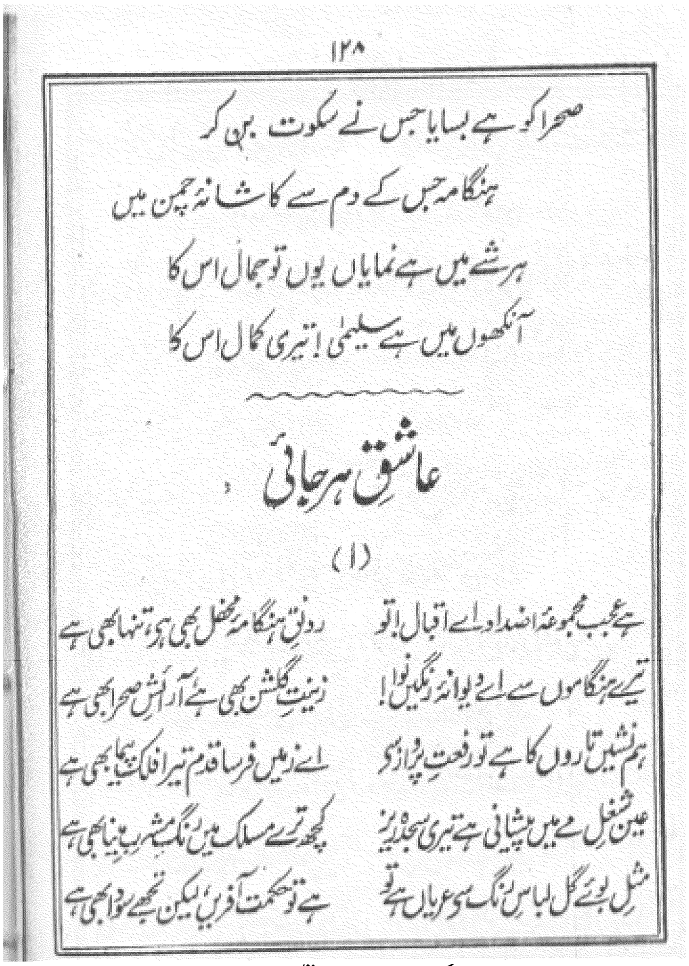
۱۲۸

صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بن کر
ہنگامہ جس کے دم سے کاشانۂ چمن میں
ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا
آنکھوں میں ہے سلیمیٰ! تیری کمال اس کا

عاشقِ ہرجائی

(۱)

ہے عجب مجموعۂ اضداد اے اقبال! تو — رونقِ ہنگامۂ محفل بھی ہے، تنہا بھی ہے
تیرے ہنگاموں سے اے دیوانۂ رنگیں نوا! — زینتِ گلشن بھی ہے آرائشِ صحرا بھی ہے
ہم نشیں تاروں کا ہے تو رفعتِ پرواز سے — اے زمیں فرسا قدم تیرا فلک پیما بھی ہے
عین شغلِ مے میں پیشانی ہے تیری سجدہ ریز — کچھ ترے مسلک میں رنگِ مشربِ مینا بھی ہے
مثلِ بوئے گل لباسِ رنگ سے عریاں ہے تو — ہے تو حکمت آفریں، لیکن تجھے سودا بھی ہے

یہ نظم علامہ اقبال کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ان کی قلمی بیاض میں موجود ہے ۔جن محققین ، ناقدین اور شارحین کی رسائی اس قلمی بیاض تک بہ وجوہ نہ ہوسکی،ان کے ہاں اس نظم کے باب میں بہت سی غلط فہمیوں نے جگہ بنا لی ۔ان میں سب بڑی غلط فہمی اس نظم سے وابستہ کسی شخصیت کا گمان ہے کہ جسے بڑے تیقن سے پیش کیا گیا اور یہ تک لکھا گیا کہ اس نظم کا عنوان پہلے پہل کسی شخصیت[۲] کا نام تھا جو بعد ازاں 'بانگِ درا' کی اشاعت کے وقت حذف کر دیا گیا۔اگر اقبال کی قلمی بیاض سے اس نظم کا متن دیکھ لیا جاتا تو اس نوع کی غلط فہمیوں کو راہ نہ ملتی۔علامہ اقبال کی یہ قلمی بیاض 'جاوید منزل' میں رکھی ہوئی ہے۔اس بیاض کی ایک نقل راقم کے پاس بھی موجود ہے جو علامہ اقبال کے پوتے اور ہمارے کرم فرما جناب منیب اقبال نے عطا فرمائی تھی ۔اس قلمی بیاض[۳] میں موجود اس نظم کا عکس ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔

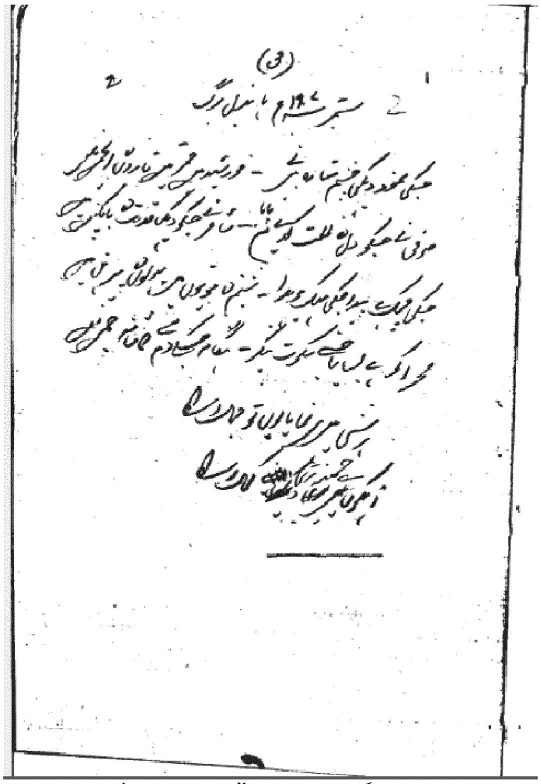

بیاض اقبال میں شامل اس نظم کے عکس سے اس کا تخلیقی مکاں واضح ہوجاتا ہے اور زمانے کا حتمی تعین بھی ہوجاتا ہے۔گیان چندجین کے مطابق ''نظم کا زمانہ معلوم نہیں''۴ے اس نظم کو ہائیڈل برگ میں بیٹھ کر لکھا گیا اور اس کا زمانہ تصنیف (ستمبر ۱۹۰۷ء) خود اقبال کے ہاتھ سے درج ہے اور واضح ہے۔گیان چند جین نے دستیاب وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ اقبال کے ابتدائی کلام کو مہ وسال کی ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔یہ نظم ان کے ترتیب شدہ کلام میں شامل ہے۔اس نظم کے زمانۂ تخلیق کے بارے میں انھوں نے قیاس سے کام لیا ہے اور اشاعتِ اول کی نشان دہی کی ہے۔آپ لکھتے ہیں:

> ''بیاض میں اس نظم کو نظام المشائخ رجب ۱۳۲۸ھ م جون جولائی ۱۹۱۰ء سے نقل کیا گیا ہے۔لیکن یہ تصنیف اس سے پہلے کی ہے کیونکہ بانگ میں قیام یورپ کے دور میں دی ہے۔ بیاض،رزاق اور قلمی کلام میں اس نظم کا عنوان 'لامکاں کا مکاں' ہے۔نظم کا زمانہ معلوم نہیں۔بانگ میں اس کے وقوع کی بنا پر اسے یہاں رکھ دیا گیا ہے۔''۵ے

گیان چندجین نے اس نظم کے زمانہ کے بارے میں حتمی طور پر کوئی بات نہیں کی۔انھوں نے بانگ درا میں اس کے وقوع کی بنیاد پر قیاس سے کام لیتے ہوئے اس نظم کو یورپ کے زمانہ ءقیام کے دور میں شامل کیا ہے۔ ۶ے

بانگ درا' میں نظموں کی ترتیب کی بنیاد پر اس کے زمانۂ تخلیق کا تعین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ الگ الگ نظم کی ترتیب زمانی نہیں ہے۔ یورپ میں قیام کے دوران میں لکھی جانے والی کچھ نظمیں 'بانگِ درا' کے تیسرے دور میں بھی موجود ہیں۔اس لیے 'بانگِ درا' کو اقبال کی اردو نظموں کی زمانی ترتیب میں بنیادی ماخذ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا کہ اس سے مغالطہ پیدا ہونے کا امکان موجود ہے۔

اقبال کے ہاتھ سے لکھی جانے والی اس نظم کے عکس سے ایک اور اہم بات واضح ہو جاتی ہے کہ انھوں نے اس نظم پر شروع میں کوئی عنوان درج نہیں کیا۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ ہائیڈل برگ اور میونخ میں تخلیق ہونے والی تمام نظمیں بغیر عنوان کے ہیں۔'بانگِ درا' کی اشاعت سے پہلے یہ نظم مختلف رسالوں میں مختلف عنوانات[۶] اس لیے بھی شائع ہوتی رہی کہ کچھ رسائل و اخبارات علامہ اقبال کی اجازت کے بغیر ہی ان کی نظمیں شائع کر دیتے تھے اور اپنے طور کوئی عنوان بھی سجالیا کرتے تھے۔ہائیڈل برگ میں عطیہ فیضی اور دیگر احباب کے ساتھ گزارے ہوئے وقت نے بھی یہ ستم ظریفی دکھلائی کہ کچھ رسائل میں یہ نظم عطیہ کے عنوان سے شائع کر دی گئی اور مقالہ نگاروں اور محققین نے اس نظم کو ہائیڈل برگ میں علامہ اقبال اور عطیہ فیضی کے مابین گزارے وقت کا اثر قرار دے کر نظم کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔علامہ اقبال کے ہاتھ سے لکھی ہوئی اس نظم اور ''بانگِ درا'' میں موجود اس نظم کے متن میں اختلاف متن، قلم زد کیے گئے الفاظ، حسینہ اور سلیمی کی بحث، ہائیڈل برگ کی فضا کا اس نظم سے ربط اور دیگر کچھ موضوعات بعد میں زیر بحث لائے جائیں گے۔

حواشی

۱۔ اقبال، بانگِ درا، (لاہور: کشمیری پریس، ۱۹۳۰) ص ۱۲۷، ۱۲۸۔

۲۔ گیان چند جین جیسے اہم لوگوں نے پروفیسر اکبر حیدری کشمیری کی اقبال اور ان کی اس نظم سے متعلق تحقیق کو ماخذ بنایا ہے اور لکھا ہے ''ڈاکٹر اکبر حیدری نے اپنے ایک مضمون میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ نظم عطیہ کے لیے لکھی گئی۔عرب میں سلمیٰ ایک مشہور حسینہ تھی۔ وہاں ہر معشوقہ کو سلمیٰ کہہ دیتے ہیں۔اقبال نے اسے سلیمیٰ بنالیا۔ان کا قیاس ہے کہ اس نظم کا عنوان اصلاً عطیہ ہی رہا ہوگا جسے اپنی دوسری شادی (۱۹۱۳ء) کے بعد حسینہ کر دیا'' (گیان چند جین، ابتدائی کلام اقبال۔ بہ ترتیب مہ و سال، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۴ء، ص ۳۲۲)۔گیان چند جین نے اس دعویٰ سے متعلق چھان پھٹک نہیں کی جس کی ایک اہم وجہ ان کے کام کا پھیلاؤ ہو سکتا ہے۔راقم کے مشاہدے یہ بات سامنے آئی ہے کہ پروفیسر اکبر حیدری کی اقبال اور ان کی شاعری سے متعلق تحقیق کو اہم ماخذ کے طور پر لینے سے تاریخی اغلاط اقبال شناسی میں شامل ہو گئی ہیں۔ان کا کام ان کے اخلاص کو ضرور ظاہر کرتا ہوگا لیکن یہ معصومانہ اخلاص بڑی غلط فہمیوں کا باعث بنا ہے۔اقبال کی نظم ''سلیمیٰ'' کی بابت گیان چند جین نے اکبر حیدری کی قیاسات پر مبنی تحقیق کو اپنی کتاب میں شامل کر کے اپنی رائے دینے سے اجتناب کیا ہے۔اصولاً تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ جن احباب کے قیاسات کتاب میں شامل کیے جا رہے ہیں، ان قیاسات کے باب

میں کچھ لکھ دیا جائے۔

اقبال کے ہاتھ لکھی ہوئی اس نظم کی روشنی میں ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب نے پروفیسر صابر کلوری صاحب کے ایک مضمون کو ماخذ بناتے ہوئے اس نظم کے عنوان کو عطیہ فیضی سے منسوب کیا اور دعوی کیا کہ اقبال نے اپنے ہاتھ سے اس نظم کا عنوان 'عطیہ' لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''کلوروی صاحب نے اسی عنوان کے تحت ایک مضمون لکھا جو غالباً ''صحیفہ' لاہور میں اگست ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔صحیفہ کا وہ شمارہ اس وقت سامنے نہیں۔موصوف نے اقبال میوزیم لاہور میں 'بیاض اقبال' کے مخطوطے میں یہ نظم دیکھی اور اس کا عنوان اقبال نے ''عطیہ'' ہی لکھا تھا'' (پروفیسر اکبر حیدری کشمیری، اقبال: نادر معلومات، نئی دلی، پرنس آرٹ، ۲۰۰۶ء ص ۱۷۰۔۱۷۱)۔ علامہ اقبال کے ہاتھ سے لکھی گئی اس نظم کا مسودہ پیش کیا جا چکا ہے۔علامہ اقبال کی قلمی بیاض میں سرے سے اس نظم کا کوئی عنوان موجود ہی نہیں۔اس لیے اس امر کی درستی ہو جانی چاہیے کہ اقبال کی بیاض میں اس نظم کا کوئی عنوان انھوں نے خود درج کیا تھا۔اس کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیاض اقبال میں اقبال کے ہاتھ سے لکھی ہوئی اس نظم کے بارے میں یہ اتنی بڑی غلط فہمی کیوں پیدا ہوئی اور پروفیسر صابر کلوروی صاحب کے مضمون کو بنیاد بنا کر یہ دعوی کیسے کیا گیا۔ پروفیسر صابر کلوروی صاحب کے جس مضمون کو بنیاد بنایا گیا، اس مضمون کی اشاعت کے بارے میں اکبر حیدری صاحب نے قیاس سے کام لیا اور یہ بھی لکھا کہ اس وقت وہ مضمون سامنے نہیں۔گویا کہ انھوں نے اقبال کی قلمی بیاض میں شامل اس نظم کے عنوان کے بارے میں جو لکھا وہ اپنی یادداشت کے زور پر لکھا جو مستحسن نہیں۔راقم کے لیے لازم تھا کہ پروفیسر صابر کلوروی صاحب کے اس مضمون کو پہلے دیکھا جائے کہ جس مضمون کی بنیاد پر اکبر حیدری صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ اقبال نے اپنی بیاض میں اپنے ہاتھ سے اس نظم کا عنوان 'عطیہ' لکھا ہے۔وبا کے ان دنوں میں مقدور بھر کوشش کے باوجود ''صحیفہ'' کا وہ شمارہ آن لائن نہ مل سکا کہ جس کی نشان دہی پروفیسر اکبر حیدری کشمیری صاحب نے کی تھی۔مجلس ترقی ادب، لاہور کے روح رواں اور ہمارے مہرباں ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب سے فون رابطہ کیا مطلوبہ شمارے کی درخواست کی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ چونکہ غالباً کا لفظ بھی نشان دہی میں شامل ہے تو ۱۹۸۸ء کے سبھی شمارے دیکھ لیے جائیں اور کلوروی صاحب کا مضمون تلاش کر کے بھیج دیا جائے تو ممنون ہوں گا۔فراقی صاحب نے کمال شفقت سے کام لیتے ہوئے کلوروی صاحب کا مضمون بھجوا دیا جو جنوری، مارچ ۱۹۸۸ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا جبکہ اکبر حیدری کشمیری نے اگست کا شمارہ لکھا تھا۔اس مضمون کو بار ہا پڑھا لیکن اس میں کہیں بھی کلوروی صاحب نے اقبال کی قلمی بیاض میں شامل اس نظم کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ اقبال نے اپنے ہاتھ سے اس نظم کا عنوان ''عطیہ'' درج کیا ہے۔ان کا ایک جملہ پیش خدمت ہے کہ اگر اسے ادھورا پڑھا جائے تو اس سے وہی خوفناک نتائج برآمد ہوں گے جو اکبر حیدری کشمیری صاحب نے برآمد کیے۔ پروفیسر صابر کلوروی صاحب اس مضمون میں لکھتے ہیں: ''''سلیمٰی'' کا ابتدائی مسودہ اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہے اور اس نظم پر علامہ کی اپنے قلم سے کی ہوئی اصلاحات بھی موجود ہیں۔اس نظم کا عنوان ''سلیمٰی'' تھا، نہ حسینہ'' (پروفیسر صابر کلوروی ''اقبال کی نظم سلیمٰی'' مشمولہ ''صحیفہ'' شمارہ جنوری۔مارچ ۱۹۸۸ء، لاہور: مجلس ترقی ادب، ص ۸۰۔۸۱)

اقبال کے ہاتھ لکھی ہوئی ان کی نظم ’’سلیمیٰ‘‘ کے عکس اور صابر کلوروی کے مضمون کے اقتباسات سے اب بالکل واضح ہے کہ بیاضِ اقبال میں اقبال کے ہاتھ سے لکھی ہوئی نظم کا سرے کوئی عنوان ہی موجود نہیں۔ اس باب میں پروفیسر اکبر حیدری صاحب کی قیاسات پر مبنی آراء اور حافظے کے زور پر دیئے جانے والے بیانات کسی قدر گمراہ کن ہیں۔ مزید حیرت ہوتی ہے کہ یہ نظم بڑے وقیع اداروں اور رسالوں میں غلط معلومات کے ساتھ غلط عنوان کے تحت شائع ہوتی رہی۔ ان اداروں کے نگران اور رسالوں کے مدیر ادبی دنیا میں اکابر کا درجہ رکھتے ہیں لیکن بہ وجوہ اس جانب دھیان نہ جا سکا کہ ہائیڈل برگ میں عطیہ فیضی کے ساتھ اقبال کے گزرے ہوئے زمانے کو یہ غلط معلومات کچھ کا کچھ بنا دیں گی اور اقبال کے ہائیڈل برگ میں قیام کے زمانے کی تعبیرات خلط ملط ہو جائیں گی۔ اکبر حیدری صاحب کی کتاب ’’اقبالیات کے نئے گوشے‘‘ میں عطیہ فیضی اور اقبال کے حوالے سے موجود تعبیرات اسی نوع سے اغلاط سے بھری پڑی ہیں۔

۳۔ اقبال، بانگ درا قلمی بیاض مملوکہ راقم ص ۳۔

۴۔ جین، گیان چند، ابتدائی کلامِ اقبال بہ ترتیبِ مہ و سال (لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۴ء) ص ۳۲۱، ۳۲۲۔

۵۔ ایضاً

۶۔ گیان چند جین کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق یہ نظم ’نظام المشائخ‘ میں شمارہ جون، جولائی ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی تھی اور اس کا عنوان ’لا مکاں کا مکاں‘ تھا (ابتدائی کلامِ اقبال۔ بہ ترتیبِ مہ و سال، ص ۳۱۲)۔ پروفیسر اکبر حیدر کشمیری کے مطابق بعدازاں، یہ نظم رسالہ ’’صوفی‘‘ کے شمارہ فروری ۱۹۱۵ء، جلد ۱۳، نمبر ۴۷ میں صفحہ نمبر ۶ پر شائع ہوئی تو اس کا عنوان ’’لا مکاں کا مکاں‘‘ نہیں تھا بلکہ اس مصرعے کے تحت شائع ہوئی۔ آنکھوں میں ہے عطیہ تیری کمال اس کا (اقبال۔ نادر معلومات، نئی دلی، پرنس آرٹ، ۲۰۰۶، ص ۲۷۰)

رسالہ ’’زمانہ‘‘ کان پور میں جولائی ۱۹۱۶ء میں یہ نظم ’’لا مکاں کا مکاں‘‘ کے عنوان سے شائع ہوئی۔ اقبال کی زندگی میں ’’بانگِ درا‘‘ کی اشاعت سے بھی قبل یہ نظم دو مختلف عنوانات کے تحت مختلف رسائل میں شائع ہوئی۔ رسالہ ’’صوفی‘‘ نے اسے ایک نئے عنوان سے شائع کیا۔ اقبال کی حیات سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ اس رسالے کو اپنی نظمیں ارسال نہیں کرتے تھے۔ رسالے کے کارکنان از خود کسی اور اخبار یا رسالے، حتیٰ کہ مجالس میں اقبال کی زبانی نظمیں سن کر انھیں لکھ دیتے اور شائع کر دیا کرتے تھے۔ ان کی نظم ’’والدہ مرحومہ کی یاد میں‘‘ کی اسی رسالے میں اشاعت پر ایک نوٹس تک بھجوایا گیا تھا۔ رسالہ ’’صوفی‘‘ کے اس رویے کے سبب سید سلیمان ندوی نے اقبال سے شکوہ کیا تھا کہ ان کا کلام ’’صوفی‘‘ میں تو شائع ہو رہا ہے لیکن ’’معارف‘‘ اس سے محروم ہے۔ اس پر اقبال نے پیار بھرے انداز میں وضاحت کی تھی کہ یہ رسالہ ان کی مطبوعہ نظمیں کہیں سے اٹھا کر چھاپ دیتا ہے ورنہ وہ ’’معارف‘‘ پر اسے فوقیت کیوں دیں۔ رسالہ ’’صوفی‘‘ میں اس نظم کی اشاعت کے سبب محققین اور ناقدین نے اس نظم کو ہائیڈل برگ میں علامہ اقبال اور عطیہ فیضی کی ملاقاتوں سے منسوب کر لیا اور اس پر مضامین لکھے گئے کہ جن کا حوالہ پیش کیا جا چکا ہے۔

مآخذ

- اقبال، بانگ درا، قلمی بیاض مملوکہ راقم
- اقبال۔ بانگِ درا۔ لاہور: کشمیری پریس، ۱۹۳۰ء۔
- اکبر حیدر کشمیری، پروفیسر۔ اقبال: نادر معلومات، نئ دلی: پرنس آرٹ، ۲۰۰۶ء۔
- صابر کلوروی، پروفیسر ''اقبال کی نظم سلیمٰی''، مشمولہ ''صحیفہ'' شمارہ (جنوری۔ مارچ ۱۹۸۸ء)
- گیان چند جین۔ ابتدائی کلام اقبال۔ بہ ترتیبِ مہ و سال، لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۴ء۔